بسمل کی تڑپ
اور کسانوں کی دردکتھا

دل فدا کرتے ہیں قربان جگر کرتے ہیں



پاس جو کچھ ہے وہ ماتا کی نذر کرتے ہیں

مرتبہ حسب فرمائش
رام سروپ چمن لکھنوی مالک مطبع
رام ناتھ پریس امین الدولہ پارک لکھنو

۱۰۰۰ | تعداد

فی جلد دو پیسہ

نومبر ۱۹۳۰ء

بسمل کی تڑپ

جیل جاتے وقت پنڈت رام پرشاد بسمل کا گانا

حیف ہم جس پہ کہ تیار تھے مرجانے کو   جیتے جی ہم سے چھڑایا اسی کاشانے کو
کیا نہ تھا اور بہانہ کوئی ترسانے کو   آسماں کیا یہی باقی تھا غضب ڈھانے کو
لا کے غربت میں جو رکھا ہمیں تڑپانے کو

پھر نہ گلشن میں ہمیں لائیگا صیاد کبھی   کیوں سنیگا تو ہماری کوئی فریاد کبھی
یاد آئیگا کسے یہ دل ناشاد کبھی   ہم بھی اس باغ میں تھے قید سے آزاد کبھی
اب تو کاہے کو ملے گی یہ ہوا کھانے کو

دل فدا کرتے ہیں قربان جگر کرتے ہیں   پاس جو کچھ ہے وہ ماتا کی نذر کرتے ہیں
خانہ ویران کہاں دیکھئے گھر کرتے ہیں   خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں
جا کے آباد کریں گے کسی ویرانے کو

کوئی ماتا کی امیدوں پہ نہ ڈالے پانی   زندگی بھر کو ہمیں بھیج کے کالے پانی
منہ میں جلاد ہوئے جاتے ہیں چھالے پانی   اب خنجر کا پلا کرکے دعا لے پانی
بھرنے کیوں جائیں کہیں عمر کے پیمانے کو

کٹے کب اسیران مصیبت چھوٹیں   اور ہند کے اب بھاگ کھلے یا پھوٹیں
[illegible] جا جیل میں ہمیں مونجھیں کوٹیں   آپ دن رات مزے میں یہ بہاریں لوٹیں

کیوں نہ ترجیح دیں اس جینے پہ مر جانے کو

ہم بھی آرام اٹھا سکتے تھے گھر پر رہ کر   ہم کو بھی پالا تھا ماں باپ نے دکھ سہہ سہہ کر
وقت رخصت انھیں اتنا بھی نہ آئے کہہ کر   گود میں آنسو جو ٹپکیں کبھی رخ سے بہہ کر

طفل ادن کو ہی سمجھ لینا جی بہلانے کو

دیش بھگتی کا بھی بہتا ہے لہو نس نس میں   اب تو کھا بیٹھے ہیں چتوڑ کے گڑھ کی قسمیں
سرفروشی کی ادا ہوتی ہیں یونہی رسمیں   بھائی خنجر سے گلے ملتے ہیں سب آپس میں

بہنیں تیار چتاؤں پہ ہیں جل جانے کو

اے زمیں خاک تری کیوں نہ ہو دل میں نازاں   جھک کے قدموں کو جو آ لیتی ہیں کئی پیشانیاں
مرتبہ اتنا بڑھے تیری بھی تقدیر کہاں   آتے آتے جو رہے لعل تلک بھی مہماں

مانڈلے کو ہی یہ اعزاز ملا پانے کو

اپنی قسمت میں ازل سے ہی ستم رکھا تھا   رنج رکھا تھا محن رکھا تھا غم رکھا تھا
کس کو پرواہ تھی اور کس میں یہ دم رکھا تھا   ہم نے جب وادیٔ غربت میں قدم رکھا تھا

دور تک یاد وطن آئی تھی سمجھانے کو

میکدہ کس کا ہے یہ جام و سبو کس کا ہے   وار کس کا ہے مری جان یہ گلا کس کا ہے
جو بہے قوم کی خاطر وہ لہو کس کا ہے   آسماں صاف بتا دے تو عدو کس کا ہے

کیوں نئے رنگ بدلتا ہے تو تڑپانے کو

دردمندوں سے مصیبت کی حلاوت پوچھو   مرنے والوں سے ذرا لطف شہادت پوچھو
چشم مشتاق سے کچھ دید کی حسرت پوچھو   کشتۂ ناز سے ٹھوکر کی قیامت پوچھو

سوز کہتے ہیں جسے پوچھ لو پروانے کو

نہ میسر ہوا راحت میں کبھی میل ہمیں — جان پر کھیل کے بھایا نہ کوئی کھیل ہمیں
یاد آ لے گا علی پور کا بہت جیل ہمیں — ایک دن کو بھی منظور ہوئی "بیل" نہیں
لوگ تو بھول گئے ہونگے اس افسانے کو

اپنا تو غم نہیں لیکن یہ خیال آتا ہے — اور ہند پہ کب تک یہ زوال آتا ہے
ہر دیال آتا ہے پورب سے نہ لال آتا ہے — قوم کے حال پہ رہ رہ کے ملال آتا ہے
منتظر رہتے ہیں ہم خاک میں مل جانے کو

نوجوانو! جو طبیعت میں تمہاری کھٹکے — یاد کر لینا ہمیں بھی کبھی بھولے بھٹکے
آپ کے عضو بدن پٹ ہوں جدا کٹ کٹ کے — اور صد چاک ہو ماتا کا کلیجہ پھٹ کے
پر شکن آئے نہ ماتھے پہ قسم کھانے کو

بات تو یہ ہے کہ اس بات کی ضد ٹھانیں ہیں — قوم کے واسطے قربان کریں سب جانیں
کہتا ہے نہیں اپنا نہ گریباں ساں میں — لاکھ سمجھائے کوئی اسکی نہ ہرگز مانیں
ناصح آگ لگے اس ترے سمجھانے کو

اب تو ہم ڈال چکے اپنے گلے میں جھولی — ایک ہوتی ہے فقیروں کی ہمیشہ بولی
خون سے پھاگ رچائے گی ہماری ٹولی — جیسے بنگال میں کھیلے تھے "کنھائی" ہولی
دیکھتا اب تو نہیں کوئی بھی برسانے کو

شمس الشعراء حضرت مشتاق لکھنوی کی لاجواب تصنیف کو
تحریک آزادی وطن و نغمہ ماتم تمام قومی شہیدوں کے حالات منظوم کئے گئے ہیں قیمت فی جلد ۴

نوجوانو اٹھو موقعہ ہے یہی کھل کھیلو
سختیاں راہ میں جو آئیں خوشی سے جھیلو

مادر ہند کے حد تیرے میں جو آئی دے دو
پھر ملیں گی نہ یہ ماتا کی دعائیں لے لو

دیکھیں کون آتا ہے ارشاد بجا لانے کو

جیل بھارت باسیوں کو دھرم شالہ ہو گیا

پھر سے بھارت ورش تیرا بول بالا ہو گیا
فیض گاندھی سے اندھیرے میں اجالا ہو گیا

ہو گیا کلجگ میں ستجگ ستیہ کے پرکاش سے
پھول کانٹوں سے نکلکر پشپ مالا ہو گیا

تم جسے سمجھے تھے اپنا ڈس لیا اُس نے تمہیں
آخرش گورا تمہارے حق میں کالا ہو گیا

بیٹھا چھوٹے بڑے اہل وطن مارے گئے
سرخرو تم ہو گئے منہ اُن کا کالا ہو گیا

دھرم کی اب شاخ دیکھو پھولنے پھلنے لگی
باثمر پھر صابر و شاکر کا نالا ہو گیا

لیڈروں نے اس طرح سے جیلخانے بھر دیے
منہ دھواں ظالم کا جیلر کا دیوالا ہو گیا

اے چمن یہ دیکھ لینا لیکے نکلیں گے سوراج
جیل بھارت باسیوں کو دھرم شالا ہو گیا

ملے سوراج تو زراعت یہ سکہ کر کے چھوڑینگے

ہے ظالم کس گماں میں وہ بطلے کیا کر کے چھوڑینگے
ادھے یہ بزم زدن ہیں حشر برپا کر کے چھوڑینگے

جوانمردوں کی تیغ تیز کا جوہر ہے عُسر یانی
نہیں پروا اگر وہ ہمکو ننگا کر کے چھوڑینگے

ابھی جو نوچتے ہیں اپنی بوٹی بھوک کے مارے
وہی اک دن ستمگر کا نوالہ کر کے چھوڑینگے

لگان اب تو کسانوں سے ادا ہو ہی نہیں سکتا
وہ ارزانی غلہ سے دیوالہ کر کے چھوڑینگے

زمینداروں کے دم پر آبنی ہے کشمکش میں جاں
زمینوں کے محاصل اُن کو پیڑا کر کے چھوڑینگے

جنھوں نے حضرت آدم کو جنت سے نکالا تھا
وہی گیہوں ولایت کو روانہ کر کے چھوڑینگے

سیہ خانہ میں متھرا کے ہوئے تھے کرشن جی ظاہر
تو ہم تاریک زنداں میں اُجالا کر کے چھوڑینگے

اگر عمال کرتے ہیں ہمیں پامال کرنے دو
یہی اعمال اک دن اُن کو خستہ کر کے چھوڑینگے

جمعی ہیں گاندھی چرخے میں چرخِ پیر کی چالیں
اسی چرخے سے وہ اعدا کو چرخا کر کے چھوڑینگے

ہماری توپ کھدر اور بندوق اپنا چرخہ ہے
اسی سے ہم عدو کو رن میں پسپا کر کے چھوڑیں گے

بدیشی کپڑے نہ پہنینگے جو مرتے پر شہیدوں کے
وہ گویا اُن کے خون کا نوشش پیالا کر کے چھوڑیں گے

وطن والوں کی یہ قربانیاں خالی نہ جائیں گی
مرینگے یہ تو مُردوں کو بھی زندہ کر کے چھوڑیں گے

شہیدانِ وطن اپنا کرینگے خون اگر پانی
تو غدّارِ زمانے سے بھی سستا کر کے چھوڑیں گے

ستم سرمایہ داروں کا نہ مزدوروں پہ پھر ہوگا
جو مزدوروں کی مجلس میں وہ ایکا کر کے چھوڑینگے

حمیںؔ صاحب نے بھی کیا خوب ٹکسالی زبان پائی
ملے سوراج تو رائج یہ سکہ کر کے چھوڑینگے

ہماری کتابوں میں عموماً تازہ ترین دردناک اور سچے واقعات زیورِ نظم سے آراستہ ہوتے ہیں۔ محبانِ وطن کو ایکبار ضرور ملاحظہ فرمانا چاہیے

قومی غزل

اب ہوش کو سنبھالو ہندوستان والو — بگڑی ہوئی بنا لو ہندوستان والو

دورِ غلامی کی صورت دنیا سے مٹ رہی ہے — اب کالی کو ٹالو ہندوستان والو

[illegible] — اب تو جو دیکھو بھالو ہندوستان والو

تم زناخی زر کرتے ناتقوں سے بھی ڈرتے — خنجر بلا یہ ٹالو ہندوستان والو

آیا چمن میں گلچیں چننے کو پھول پھر ہیں۔
یاں سے اُسے نکالو ہندوستان والو